بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

"اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق کا راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے"۔

(پارہ ۵، رکوع ۱۴، سورہ النساء، آیت ۱۱۵)

بیس تراویح کا لاجواب بیان

Picker's Name
Signature

Bilty No
Bilty Date
Transporter Mode
Transporter Name

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سنت نبوی وخلافتِ راشدہ: نبی پاک صاحب لولاک، نبی غیب دان ورسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشہور حدیث میں فرمایا فَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ۔
پس تحقیق میرے بعد تم میں سے جو زندہ رہا۔ وہ بکثرت اختلافات دیکھے گا پس ایسے موقع پر میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا"۔ الحدیث (مشکوۃ، ص ۳۰)

سنت نبوی اور صحابہ: نبی غیب دان وعالم ما کان وما یکون (گذشتہ وآئندہ کے جاننے والے) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تحقیق بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت میں ۷۳ فرقے ہوں گے اور سوائے ایک کے سب جہنم میں ہوں گے"۔ صحابہ نے عرض کیا "وہ ایک نجات پانے والا کون ہوگا؟" فرمایا "جو میری سنت اور میرے صحابہ کی جماعت کا پیروکار ہوگا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ یعنی ۷۳ میں سے ۷۲ جہنم میں ہوں گے اور ایک جنت میں اور وہ جماعت ہے"۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۰ بحوالہ احمد۔ ابوداؤد ترمذی شریف)

سوادِ اعظم: جیسے ۷۳ فرقوں کی حدیث میں "الجماعت" کے جنتی وناجی ہونے کا بیان ہے اسی طرح دیگر متعدد احادیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَةِ۔

بڑی جماعت اور عام اہل اسلام کا دینی طریقہ لازم پکڑنا"۔ (مشکوۃ ص ۳۰)

"بے شک اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔ اللہ کا دست رحمت جماعت پر ہے اور جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں ڈالا گیا"۔ سوادِ اعظم کی پیروی کرو۔ پس تحقیق جو الگ ہوا وہ جہنم میں ڈالا گیا"۔ (مشکوۃ ص: ۳۰)

امام احمد نے کتاب السنۃ میں، امام محمد نے موطا میں، ابن قیم نے کتاب الروح واعلام الموقعین میں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ہمعات (ص ۲۹) میں دیگر محدثین نے اپنی تصانیف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ یعنی دینی امور میں مسلمان جس عمل وفعل کو اچھا وبہتر سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا وبہتر ہے"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ۔

یعنی مومن زمین پر اللہ کے گواہ ہیں"۔

(اور کسی چیز کی اچھائی برائی کے متعلق ان کی گواہی اللہ کے ہاں مقبول ہے)

(مشکوۃ ص ۱۴۵)

اتباع اکابر: عارف باللہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اَلْبَرَكَةُ مَعَ اَكَابِرِكُمْ۔ یعنی تمہارے اکابر (بڑے بزرگوں) کی معیت وپیروی میں برکت ہے۔

نیز ارشاد ہے:

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يُوَقِّرِ الْكَبِيْرَ۔

جو بڑوں کی عزت وتوقیر نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں"۔

(کشف الغمہ صفحہ ۱۹۔ جلد ۱)

جامع صغیر میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلْبَرَكَةُ مَعَ اَكَابِرِكُمْ اَهْلَ الْعِلْمِ یعنی تمہارے اہل علم بزرگوں کی معیت وپیروی میں برکت ہے"۔ (جامع صغیر ص ۱۰۰ حاشیہ ص ۴)

حضرت عبداللہ رازی نے حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہما سے بھی نقل فرمایا۔ اِیَّاکُمْ وَ مُخَالَفَۃَ الْاَکَابِر۔ اپنے اکابر بزرگانِ دین کی مخالفت سے بچو اور طاعات میں ان کے اذن ومشورہ سے عمل کرو"۔ (تفسیر روح المعانی ص ۲۳۰ ج:۸)

چار اصول: مذکورہ دس احادیث مبارکہ میں

☆ سنت نبوی وخلافت راشدہ کی پیروی

☆ سنت نبوی وجماعت صحابہ کی پیروی

☆ دینی امور میں سواد اعظم اور مسلمانوں کی اکثریت کی اہمیت وپیروی

☆ بالخصوص اکابر علماء امت وبزرگان دین کی معیت وپیروی۔

کے جو چار اصول بیان فرمائے گئے ہیں یہ ایسی مستقل وکار آمد بنیادی چیز ہے۔ جس کی روشنی میں دیگر اختلافی مسائل کا بالعموم اور مسئلہ تراویح کا بالخصوص صحیح طور پر سمجھنا واپنانا آسان ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ انصاف وخلوص کار فرما ہو۔ خاص کر "اہلحدیث" کہلانے والے حضرات کیلئے یہ چاروں اصول بہت ہی قابل توجہ ہیں کیونکہ یہ صرف اور صرف احادیث کثیرہ کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔ اگر ایک مسئلہ تراویح میں اپنی کسی پسند کی روایت کے تحت من مانی کر کے اتنی احادیث صریحہ واہم اصول کو ترک کر دیا جائے تو پھر "اہلحدیث" کہلانے کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ اہلحدیث کہلانے کا مقصد ہی عامل حدیث ظاہر کیا جاتا ہے۔ پھر اس قدر تارک حدیث 'اہلحدیث' کہلانے کا کیونکر مستحق ہوسکتا ہے؟ بہر حال مذکورہ دس احادیث مبارکہ و چار اصول اور دعوت انصاف واخلاص پیش کرنے کے بعد اب چاروں اصولوں کے تحت نمبروار بیس تراویح کی حقیقت واصلیت اور تفصیل ودلائل ملاحظہ فرمائیں۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہ۔

سنت نبوی: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیس رکعت تراویح اور وتر بغیر جماعت ادا فرماتے تھے۔ وَکَانَ یَتَرَوَّحُ فِیْهَا بَیْنَ کُلِّ اَرْبَعِ رَکْعَاتٍ سَاعَۃً اور ہر چار رکعت کے بعد ایک ساعت استراحت فرماتے تھے پھر اٹھ کر باقی رکعات پڑھتے تھے۔ (کشف الغمہ ج۱، ص۱۱۶)

لفظ تراویح: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے بیس تراویح کے عدد مسنون کے علاوہ "یتروح" کے لفظ سے تراویح کا معنیٰ ومطلب بھی واضح ہوگیا کہ اس طویل نماز میں ہر چار رکعت کے بعد استراحت کے لئے جو چار مرتبہ ترویحہ ہوتا ہے تراویح اس کی جمع ہے۔ اور تراویح کا یہ نام ولفظ بجائے خود بیس تراویح کا ثبوت ہے۔ اس لئے کہ صیغہ جمع کیلئے کم از کم تین کا عدد ہوتا ہے۔ لہٰذا آٹھ رکعت چونکہ ایک یا دو "ترویحہ" پر مشتمل ہے۔ اس لئے آٹھ رکعت کے ایک دو ترویحہ کو تراویح نہیں کہہ سکتے۔ لفظ تراویح بیس رکعت پر ہی صحیح طور پر صادق ہے کیونکہ اس میں چار مرتبہ "ترویحہ" ہوتا ہے اور صیغہ جمع (تراویح) تین یا تین سے زائد پر مشتمل ہونا چاہیے۔ لہٰذا از روئے علم وانصاف بیس تراویح کے منکرین کو یا تو بیس تراویح کا قائل وعامل بننا چاہیے یا پھر اپنی آٹھ رکعت کیلئے تراویح (جمع) کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ (فافهم و تدبر)

فائدہ: تراویح کی ہر چہار رکعت کے بعد جو وتر ترویحہ ووقفہ ہوتا ہے۔ اہل مکہ اس ترویحہ میں کسی اور وظیفہ پڑھنے کی بجائے کعبہ معظمہ کا طواف کر لیتے تھے اور چونکہ مدینہ منورہ میں طواف کی صورت میسر نہیں تھی۔ اس لئے اہل مدینہ اہل مکہ کے عمل طواف کے بالمقابل ہر ترویحہ کے وقفہ میں چار رکعت نفل پڑھ لیتے تھے اور اس طرح بیس تراویح سنت کے چار ترویحوں میں سولہ (۱۶) نوافل پڑھ کر وہ ۳۶ رکعت ادا فرماتے تھے۔

(المصابیح' امام سیوطی، فتاویٰ عزیزی ص ۱۲۱، جلد ۱، رسالہ اہلحدیث لاہور ۸۱۔۷۔۱۷)

اہل مکہ مدینہ: کا عمل بھی مذکورہ تحقیق سے واضح ہو گیا کہ وہ بھی شروع سے نہ صرف یہ کہ بیس تراویح سنت کے عامل تھے بلکہ بیس تراویح کے ساتھ مکہ میں ہر ترویحہ کے دوران طواف کرتے تھے اور مدینہ میں چار نوافل ادا کرتے تھے اور اس طرح اتباع سنت کے ساتھ مزید نیکی وعبادت میں سرگرم تھے مگر منکرین بیس تراویح عجیب لوگ ہیں کہ تراویح میں طواف ونوافل جیسی زائد عبادات تو در کنار متفقہ عمل حرمین کے برعکس اصل بیس تراویح ہی کا انکار وخلاف کر کے ''چار سو بیس'' کر رہے ہیں اور موجودہ دور میں سعودی حکومت سے مالی مفاد حاصل کرنے کیلئے ویسے تو سعودی حکومت ونجدی علماء کی قصیدہ خوانی کرتے ہیں مگر آج بھی متفقہ طور پر حرمین میں بیس تراویح کے عمل کو خلاف سنت کہہ کر فتویٰ بازی کر رہے ہیں۔

بیس رکعت کی توثیق: امام ربانی علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کشف الغمہ'' میں نبی کریم ﷺ کے بیس رکعت تراویح ادا فرمانے کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو روایت نقل فرمائی ہے

یہی روایت جلیل القدر محدث علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے ''فی صلوۃ التراویح'' (نبی کریم ﷺ کی نماز تراویح) کے عنوان سے درج فرمائی ہے۔

(کتاب الوفا باحوال المصطفیٰ ص ۵۰۸)

امام جلال الدین نے ''المصابیح'' میں امام ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے امام رافعی (رحمۃ اللہ علیہم) کا قول بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس رکعت ادا فرمانے کے متعلق نقل کیا ہے''۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ امام شعرانی' امام ابن جوزی' امام رافعی جیسے اکابر ائمہ محدثین کا بغیر جرح واعتراض اس روایت کو نقل کرنا اگرچہ اپنی جگہ بہت مہتمم بالشان ہے مگر اس حدیث کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے

صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (علیہما الرحمۃ) نے جو نفیس تقریر فرمائی ہے وہ اہل علم وانصاف کی خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ فرماتے ہیں ''امام بیہقی نے ابو بکر ابن ابی شیبہ کی وجہ سے حدیث ابن عباس کی تضعیف کی ہے۔ حالانکہ ان کا ضعف ایسا نہیں کہ ان کی روایت کو مطلق چھوڑ دیا جائے۔ ہاں اگر بسلسلہ تراویح ایسی ہی صراحت کے ساتھ کوئی صحیح حدیث اس کی معارض ہوتی تو پھر البتہ ساقط ہوتی۔ مگر جس حدیث عائشہ (رضی اللہ عنہا) بروایت ابی سلمہ کو حدیث ابن عباس کا معارض ہونے کا وہم کیا جاتا ہے وہ تہجد پر محمول ہونے کے باعث حقیقت میں اس کی معارض نہیں۔ لہٰذا روایت ابن عباس معارضہ وجرح سے سالم ہے''۔ پھر فرمایا ''ایسا کیوں نہ ہو جبکہ بفعل صحابہ اس کو تائید حاصل ہے جیسا کہ امام بیہقی نے سنن میں بسند صحیح سائب بن یزید سے اور امام مالک نے مؤطا میں یزید بن رومان سے روایت کی کہ صحابہ کرام زمانہ حضرت عمر میں بیس (۲۰) تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے...... لہٰذا بیس تراویح پر صحابہ کا اجماع ہو گیا اور ان کے اجماع کے بعد بیس رکعت ضروری ہو گئی۔ جس کے باعث فقہاء کرام نے بھی بیس رکعت میں تاکید شدید فرمائی۔ ملخصاً۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۲۰)

تنبیہ: حضور ﷺ سے بیس تراویح کے ثبوت پر مشتمل حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما پر ضعف کا جو اعتراض وشبہ پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت محدث دہلوی جیسی شخصیت نے بفعل صحابہ واجماع صحابہ اور دیگر روایات صحیحہ ودلائل قویہ کے ساتھ محققانہ محدثانہ شان سے عقلاً نقلاً اس کا ضعف رفع فرما دیا اور ہر طرح بیس تراویح کا مسنون ومقبول ومعتبر ہونا واضح فرما دیا۔ بہر حال یہ ہے پہلا اصول ارشاد نبوی کے مطابق عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي اور مَا اَنَا عَلَيْهِ کی پیروی (فالحمد للہ علیٰ ذالک)

خلفاء صحابہ اکابر: جہاں تک سنت خلفاء وما انا علیہ واصحابی اور اکابر کی پیروی کا تعلق

ہے ''فتاویٰ عزیزی'' کے حوالہ سے صحیح سند کے ساتھ اس کا بھی اوپر ذکر ہو گیا ہے کہ دوسرے خلیفہ برحق حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس تراویح پر خلفاء راشدین (حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی) اور صحابہ کا عمل و اجماع ہو گیا تھا۔ لہٰذا بیس تراویح پر عمل کرنے سے سنۃ الخلفاء اور مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ کے ساتھ اَلْبَرَکَۃُ مَعَ اَکَابِرِکُمْ کے ارشادات کی بھی پیروی ہو گئی کیونکہ خلفاء و صحابہ اکابر کے بھی اکابر اور سب امت کے بزرگوں سے بڑھ کر بزرگانِ دین ہیں۔ (رضی اللہ عنہم)

ترمذی کی شہادت: صحاح ستہ میں سے ترمذی شریف میں بیس تراویح کے متعلق جو تصریح کی گئی ہے' کوئی مخالف صحاح ستہ کی کسی کتاب میں آٹھ رکعت کے متعلق ایسی تصریح نہیں دکھا سکتا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''حضرت علی' حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام سے بیس تراویح مروی ہیں۔ اکثر علماء امت کا یہی مسلک ہے اور یہی امام سفیان ثوری' امام ابن مالک اور امام شافعی کا قول ہے۔ امام شافعی نے فرمایا ''میں نے مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس تراویح پڑھتے پایا''۔ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۹۹)

سبحان اللہ: خلفاء راشدین' صحابہ کرام' ائمہ' علماء اور خود ام القریٰ مکۃ المکرمہ سب کے ہاں بیس تراویح کا چرچا ہے اور آٹھ رکعت کا کہیں دور تک نام و نشان نہیں۔ کیا ان تمام جلیل القدر اکابر امت کو آٹھ اور گیارہ کی روایات کا علم نہیں تھا۔ کیا وہ بیس کی ضعیف روایت کو سنت سمجھ بیٹھے تھے؟

''اہلحدیث'' کی تائید: ''بیس تراویح یا اس سے زیادہ رکعتوں کے ثبوت کیلئے جو روایتیں ملتی ہیں...... بالکلیہ ان سب کا انکار کرنا علمی راہ نہیں ہے''۔

مولوی وحید الزمان غیر مقلد نے لکھا ہے کہ ''پہلے وہ لوگ گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے پھر بیس پڑھنے لگے۔ بیس رکعتیں سنت ہیں خلفاء راشدین کی اور آنحضرت ﷺ

نے فرمایا'' تَمَسَّکُوْا بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ''

(ترجمہ موطا امام مالک' ص ۱۸)

ایک غیر مقلد کا خلجان: ''یہ بات بڑا خلجان پیدا کرتی ہے کہ شروع سے بیس رکعت ہی جاری ہیں...... صحابہ اور تابعین کے دور میں اس پر عمل جاری رہا ہے اور کسی نے بھی نہیں ٹوکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ضرور کوئی حکمت ہے''۔

(ہفت روزہ اہلحدیث لاہور ۱۰ جولائی ۱۹۸۱ء)

اتباع سنت خلفاء و اجماع صحابہ کے بغیر اس کا کوئی علاج نہیں۔

ایک اور جامع تطبیق: دورِ فاروقی کے شروع میں گیارہ رکعت کے متعلق جو متنازعہ روایت بیان کی جاتی ہے اس سلسلہ میں مولوی وحید الزمان نے بھی بالآخر بیس پر ہی عمل و اتفاق اور اس سے سنت خلفاء راشدین تسلیم کر کے گیارہ اور بیس کی روایت میں جو تطبیق نقل کی ہے اس کے علاوہ غیر مقلدین کے مسلک محدثین کے ترجمان ہفت روزہ ''اہلحدیث'' نے علامہ باجی کے حوالہ سے ایک اور تطبیق نقل کی ہے کہ ''حدیث عائشہ کے مطابق گیارہ رکعت آپ کا عام معمول تھا اور حدیث ابن عباس کے مطابق بیس رکعت بعض اوقات کا عمل تھا۔ لہٰذا گیارہ کی روایت سے بیس رکعت کے انکار پر دلالت نہیں''۔

(اہلحدیث لاہور ۱۷ جولائی ۱۹۸۱ء) بحوالہ تحفۃ الاخیار' علامہ عبدالحی لکھنوی۔

فقیر کہتا ہے کہ گیارہ اور بیس رکعت کے سلسلہ میں قیل و قال اور نشیب و فراز پایا جاتا ہے۔ علامہ باجی کے متعلق ''اہلحدیث'' کا یہ انکشاف ایک جامع و بہتر تطبیق کا ذریعہ ہے۔ جب گیارہ اور بیس رکعت دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اگرچہ بیس کا عمل بعض اوقات ہوا۔ اگرچہ اس روایت میں بعض کے نزدیک کچھ ضعف ہے اور بعض نے دیگر قرائن سے اس ضعف کو اٹھا دیا ہے اور اگرچہ گیارہ رکعت جمہور کے

نزدیک تہجد پر اور غیر مقلدین کے نزدیک تراویح پر معمول ہیں۔ بہر حال اس قول کے مطابق جو بہت حد تک عقل و نقل کے مطابق ہے۔ جب دورِ فاروقی میں با جماعت تراویح کی اجتماعی صورت سامنے آئی۔ تو مولوی وحید الزمان کے بقول صحابہ کرام نے کچھ عرصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ رکعت کا معمول اپنایا اور پھر بالاتفاق بیس رکعت کا عمل اختیار کیا۔ اور بالآخر پھر اسی پر اتفاق و اجماع ہو گیا اور

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ اور مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ اور مَا رَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ اور اَلْبَرَكَةُ مَعَ اَكَابِرِكُمْ اور اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ عَلٰى ضَلَالَةٍ

جیسی احادیث کثیرہ کی اس پر مہر تصدیق ثبت ہو گئی اور بہر حال ہمہ پہلو نبیٔ کریم ﷺ کی سنت عمل شریف پر عملدرآمد ہو گیا تو اب اختلاف کیا رہا جبکہ تمام روایات کو بھی سمیٹ لیا گیا اور سب پر عمل و اتفاق بھی ہو گیا۔ ''حقیقت کو روایات میں کھو دینے'' اور خواہ مخواہ جھگڑنے سے کیا فائدہ؟

سوادِ اعظم: جہاں تک سوادِ اعظم اور بڑی جماعت کی پیروی کے اصول کا تعلق ہے۔ اگرچہ یہ بھی سنت خلفاء و اجماع صحابہ کے ضمن میں آ گیا ہے مگر ان کے بعد بھی ساری اُمت اس وقت سے لے کر آج تک بیس تراویح کی قائل و عامل ہے۔ یہاں تک کہ ائمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد رضی اللہ عنہم اور ان کے بے حد و بے حساب مقلدین کا بھی یہی مسلک ہے۔ محقق مذاہب اربعہ امام شعرانی نے نقل فرمایا کہ ''ابو حنیفہ، شافعی اور احمد کے نزدیک رمضان میں بیس تراویح اور مالک کے نزدیک ۳۶ رکعت ہیں'' یعنی (۲۰ تراویح اور ۱۶ نوافل جیسا کہ اہل مدینہ کے عمل میں پہلے بیان ہوا) (المیزان الکبریٰ ج ۱، ص ۱۸۴)

غوثِ اعظم: نے بھی فاروق اعظم، امام اعظم اور سوادِ اعظم کے موافق ہی فرمایا ہے کہ هِيَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً ۔نماز تراویح بیس رکعت ہے''۔ (غنیۃ الطالبین، ص ۵۶۶)

تاریخی بددیانتی: غیر مقلدین کے کتب خانہ سعودیہ حدیث منزل کراچی نے جو ''غنیۃ الطالبین'' شائع کی ہے۔ اس میں غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مسلک و عبارت میں تحریف و خیانت کر کے هِيَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً کو از خود هِيَ اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً مَعَ الْوِتْرِ بنا کر لکھا ہے اور ''تراویح وتر سمیت گیارہ رکعتیں ہیں''۔ (ص ۴۳۹)

یہ ہے ان اہلحدیث و مدعیان عمل بالحدیث کا اخلاق و کردار، کذب بیانی و جعلسازی اور تاریخی بددیانتی۔ (لعنت اللہ علی الکذبین)

امام الوہابیہ ابن تیمیہ: حضرت عمر نے صحابہ کو حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں بیس تراویح پر جمع فرمایا۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۷۵۔ فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۴۰۱)

''بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک کو فرمایا کہ لوگوں کو بیس تراویح پڑھائے اور آپ خود وتر پڑھاتے تھے۔

(منہاج السنۃ ج ۴، ص ۲۲۴)

شیخ نجد محمد بن عبد الوہاب: ''بے شک تراویح بیس رکعت ہیں۔ بے شک حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص (حضرت ابی بن کعب) کو بیس تراویح پڑھانے کا حکم دیا''۔

(فتاویٰ محمد بن عبد الوہاب، ص ۹۵)

نواب صدیق حسن: ''موطا، ابن ابی شیبہ اور بیہقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے لوگوں کو ابی بن کعب کی اقتداء میں جمع کیا اور انہوں نے بیس تراویح پڑھائیں اور روایات سے بھی ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور

تمیم داری کو بیس تراویح اور تین وتر پڑھانے کا حکم دیا تھا اور اس میں قوت ہے۔

(مسک الختام شرح بلوغ المرام)

مولوی غلام رسول قلعوی: تیرھویں صدی کے آخر میں جب غیر مقلد مولوی محمد حسین بٹالوی نے آٹھ رکعت تراویح ایجاد کی اور بیس رکعت کو خلاف سنت و بدعت قرار دیا تو خود "اہلحدیث" مکتب فکر کے مولوی غلام رسول قلعوی شاگرد مولوی نذیر حسین دہلوی نے اس کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ "ہماری دلیل بیس رکعت تراویح کی پیغمبر خدا ﷺ کی حدیثیں ہیں۔ جن پر فضائل اعمال میں عمل سب علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

دوسرا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سے لے کر اس وقت تک سب لوگ بیس تراویح ہی پڑھتے چلے آئے ہیں۔ سوائے اس حد سے نکلنے والے مفتی (بٹالوی) کے جو بیس رکعت کو بدعت اور خلاف سنت کہتا ہے"۔

(ترجمہ رسالہ فارسی، بحوالہ صلوٰۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)

حرف آخر: الحمد للہ ہم نے دس احادیث کے چار اصول کی روشنی میں بیس تراویح کے مدلل ثبوت کے علاوہ خود منکرین بیس غیر مقلدین کے اکابر کے حوالہ جات سے مسئلہ کو ہر طرح مکمل کر دیا ہے۔ اس کے باوجود اگر چند لوگ خود کو صحیح اور باقی سب اُمت کی تحقیق و عمل کو غلط قرار دیں تو خدا کو کیا جواب دیں گے؟

============

باب نمبر۳

اصلاح معاشرہ

باب نمبر۳